سزائے بے حجابی

احمد اقبال

ایک ہوس پرست اور متلون المزاج بوڑھے کا قصہ جس نے اپنی
بےوفا بیوی کے لیے سزائے موت تجویز کی
اور اس سزائے موت کی کہانی جسے ایک مصور نے سزائے بے حجابی سے بدل دیا۔

صبح ہوتے ہوتے مائیکل کو یقین آنے لگا کہ مرینا بھاگ گئی ہے اور اب لوٹ کر نہ آئے گی۔ رات بھر اپنی اجڑی ہوئی خوابگاہ میں چلتے چلتے اس کی پچھتر سالہ بوڑھی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ اتنا سفر اس نے خط مستقیم میں کیا ہوتا تو شاید مرینا کو جا پکڑتا لیکن مرینا کچھ کہے بغیر اچانک چلی گئی تھی۔ جو اس نے کہا تھا وہ نہ کہنے سے کم تھا۔ اس نے شوفر سے اور شوفر نے باورچی سے اور باورچی نے بالآخر اس سے کہا تھا کہ مادام چلی گئی ہیں اور بس۔ کیوں، کہاں اور کب؟ میں سے ایک کا جواب وہ پورے وثوق سے دے رہے تھے اور ان میں اس بات پر اتفاق رائے تھا کہ گرین وچ مین ٹائم کے مطابق سوا نج کر سولہ منٹ ہوئے تھے۔ کہاں کا جواب کچھ گڑبڑ تھا۔ شوفر کے خیال میں وہ مشرق کی طرف گئی تھیں اور شاید جنوب مشرق کی طرف مڑی تھیں۔ بالآخر انہوں نے کیا سمت رکھی۔ یہ دونوں کو معلوم نہ تھا۔ چنانچہ تیس سالہ مرینا سے ڈھائی گنا عمر کے شوہر مائیکل کے لیے تیسرے سوال کا جواب قیاس آرائی پر مبنی ہونے کے باوجود خاصا پریشان کن ثابت ہوا۔

مائیکل نے زندگی دو جمع دو میں بسر کی تھی۔ صبح کے اجالے کے ساتھ اس پر یہ خوفناک حقیقت منکشف ہوئی کہ مرینا اسے دغا دے گئی ہے اور اب کسی ہم عمر، ہم خیال سے ہم صحبت ہو گی جس کی اپنی عمر اور مرینا کی عمر کا مجموعہ مائیکل کی عمر سے دس بیس سال کم ہی ہو گا۔ خیر۔ بات عمر کی نہیں تھی، رسوائی اور جگ ہنسائی سے زیادہ مائیکل کے لیے یہ احساس تکلیف دہ تھا کہ اسے ایک ایسی عورت کے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی جو اس سے نصف صدی بعد پیدا ہوئی تھی۔ قویٰ مضمحل ہو جانے کے بعد عناصر میں اعتدال تو نہیں رہا تھا مگر مائیکل کا دماغ کباڑ خانہ نہیں بنا تھا۔ حالات و واقعات سے پچھتر برس میں حاصل ہونے والے تمام نتائج اور ان نتائج پر مبنی اصول جیسے الگ الگ فائلوں میں حروف تہجی کی اور ماہ و سال کی ترتیب سے ذہن کے

الگ الگ فائلوں میں پوری تفصیلات کے ساتھ موجود تھے۔ ہر ہنگامی صورت حال میں وہ اپنی محدود سی تعلیم کے باوجود زندگی کے تجربے سے حاصل ہونے والی عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا لائحہ عمل مرتب کر رہا تھا۔ رات بھر گردش میں رہنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مرینا کی اس حرکت کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ اپنا پتا نشان چھوڑ کر گئی ہوتی تو وہ جاسوسوں اور سراغ رسانوں اور پیشہ ور اغوا کرنے والوں کی پوری فوج کو اس کے تعاقب میں روانہ کر دیتا جو اسے پلک جھپکتے میں دست بستہ سامنے لا ڈالتے۔ الہ دین کے چراغ کے جنات کی طرح — کہ میرے آقا۔ یہ ہے وہ بدبخت عورت جو آپ کی اتنی دولت کو ٹھکرا کر بے وفائی کے جرم کی مرتکب ہوئی — اس کے لیے سزا کا حکم دیجئے۔

سزا مرینا کے لیے یقینی تھی اور مائیکل نے اسے سخت ترین سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہر صحیح الدماغ جج کی طرح سزائے موت دیتے ہوئے اسے دکھ ضرور ہوا تھا مگر اپنے فیصلے پر ندامت کا احساس نہیں۔ ازدواجی رفاقت کے ایام اس کی عمر گذشتہ کی زکوٰۃ سے بھی کم تھے مگر مائیکل کے لئے بیوی کے عشق سے انکار کرنا ممکن نہیں تھا — اسی عشق خانہ خراب نے تو یہ دن دکھایا تھا کہ وہ کسی کو کیا خود کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ زندگی کے دو تہائی برس اس نے غرب الہند کے جزائر میں دولت سمیٹتے گذار دیئے تھے۔ اس کے لئے عورت ان بے شمار اجناس تجارت میں سے ایک تھی جو وہ ادھر سے ادھر کرتا رہتا تھا۔ جو آتی جاتی رہتی تھیں اور اشیائے صرف میں تھیں۔ اگر وہ زندگی کے باقی دن بھی یونہی گذار دیتا تو اب تک دو چار لاکھ ڈالر اور کما چکا ہوتا اور دو چار عورتیں — دیس بدیس کی — گوری کالی — جوان اور ادھیڑ — ہر قوم نسل اور عقیدے کی — اس کی شاہراہ حیات پر سے گذر چکی ہوتیں۔

یہ تو اب اسے یاد بھی نہ تھا کہ ان پچاس برسوں میں جو اس نے جزائر غرب الہند میں گذارے اس نے کل کتنا سامان تجارت کہاں کہاں سے اٹھایا اور کدھر کیا۔ دولت بھی جوا ہے ابتدا میں۔ جب بائیس برس کی عمر میں وہ نقل وطن کر کے برطانیہ سے غرب الہند کے ایک جزیرے پر پہنچا تھا۔ فقط ایک آرزو تھی — کامیابی نے اس آرزو کو ہوس بنا دیا اور وہ دنیا و مافیہا کو بھول کر سیاہ فاموں کے خون پسینے کو اور زمین کی زرخیزی کو سونے میں ڈھالتا رہا — پینتالیس برس گذر جانے کے بعد ہوس مٹ گئی اور یکلخت اسے دولت کے اور زندگی کے بے مصرف ہونے کے شدید احساس نے گھیر لیا — اسے عمر کے رائیگاں جانے کا خیال ستانے لگا اور وہ باتیں یاد آنے لگیں جو اس نے پینتالیس برسوں میں آنے جانے والوں سے سنی تھیں اور اخباروں میں پڑھی تھیں اور فلموں میں اور ٹی وی پر دیکھی تھیں — فوری طور پر اس نے سب کچھ سمیٹ کر وطن لوٹنے کا فیصلہ کیا۔ شاید یہ اس کی زندگی کا واحد غلط فیصلہ تھا۔ اگر وہ عقل کی بجائے جذبات سے مغلوب نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ نہ وہ لندن آتا نہ اسے مرینا ملتی جو ایک اسٹیج ڈانسر تھی — نہ اس کے خرمن ہوش و خرد پر اس کے حسن کی بجلی گرتی نہ اس کا دل مرینا کے غمزۂ و عشوۂ و ادا کے ناوک نیم کش کا شکار ہوتا اور نہ عشق کا آزار بڑھاپے کا روگ بنتا۔ نہ وہ تن من دھن وار کے مرینا اور صرف مرینا سے شادی کو حاصل زندگی جانتا اور نہ اسے ضعیفی میں یہ صدمہ اٹھانا پڑتا۔

اب اس کی آنکھوں کے سامنے سے جیسے سارے پردے اٹھ گئے تھے اور حقیقت اصل روپ میں بے حجاب آگئی تھی۔ دنیا کی چاہت فریب نگاہ تھی — وہ فقط اس کی دولت کی آرزو مند تھی ورنہ اس کے آستانۂ حسن پر تو ایک سے بڑھ کر ایک وجیہ و شکیل مگر قلاش مرد کا سر سجدۂ نیاز میں تھا — اس کی ابتدائے عشق کی وارفتگی دھوکا تھی، پیار بھری باتیں صرف ڈائیلاگ تھے جو شاید اس نے اتنے مردوں کے سامنے بولے تھے کہ اسے ازبر ہو گئے تھے — وہ عورت کو کھلونا سمجھتا تھا اور مرینا کے لئے کھلونا تھا — کاٹھ کا الو — قصور اس کا تھا جو اس نے اس عورت کو بھی صرف عورت نہ سمجھا مرینا سمجھا اور اپنے جذبۂ عشق کی صداقت کو بے بہا جانا۔

"بے بہا" مائی فٹ — اس نے ٹہلتے ٹہلتے اپنے آپ سے کہا۔ "دنیا کی ہر چیز اور آدمی کا ہر جذبہ اور زندگی کا ہر لمحہ قابل فروخت رہتا ہے — قیمت کی کمی بیشی تو بازار میں ہوتی ہی ہے" افسوس کی بات یہ تھی کہ مرینا اپنی قیمت وصول کرنے کی بجائے اسے ڈچ کر گئی — مینی نون کے ڈرامے کا آخری سین مائیکل کے ذہن میں ٹریجیڈی ہرگز نہ تھا — اس کے اشتعال کا سبب ایک عورت کا جانا یا آدھی دولت کا زیاں نہ تھا — ایک عورت کی جگہ دس لے سکتی تھیں اور آدھی دولت بھی اس کی پوری عمر کے لئے بہت زیادہ تھی۔ مگر اب عشق کا بھوت اترا تھا تو انتقام کا بھوت سوار ہو گیا تھا کیونکہ مرینا اسے بیوقوف بنا کر نکل گئی تھی اور وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ سب کچھ سہی لیکن بے وقوف وہ ہرگز نہیں — اس نے پینتالیس برس سیاہ فام وحشی اقوام میں صرف دولت کا بھاڑ جھونکتے ہی نہیں گذارے تھے۔ اس نے ان کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو بھی قریب سے دیکھا تھا اور بہت کچھ سیکھا بھی تھا۔ ایسی بہت سی باتیں جو ابتدا میں اسے جہل اور جہالت کی رسموں پر مبنی نظر آئی تھیں۔ بعد میں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی تھیں — ان کی توضیح عقل سے ممکن نہیں تھی مگر ان کے وجود سے انکار بھی ممکن نہ تھا۔ مریضوں کی لاعلاج امراض سے شفایابی سے لے کر اس دشمن کی موت تک جو سامنے ہو یا آنکھ سے اوجھل دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو۔ یہ سب کچھ ایک ایسے عمل

سے ممکن تھا جسے مائیکل نہ جادو کا نام دے سکتا تھا نہ کسی شیطانی عمل کا۔ وہ اس کی ماہیت سمجھنے سے قاصر تھا مگر اس کا استعمال جانتا تھا۔

"مسٹر گراہم۔" مائیکل نے کہا۔ "آپ کو معاوضہ آپ کی توقعات سے دگنا ملے گا۔ لیکن آپ کو دو شرائط کی پابندی کرنی ہوگی۔"

"جناب۔" گراہم نے کہا۔ "پندرہ ہزار ڈالر کے عوض میں پندرہ شرطیں قبول کر سکتا ہوں۔"

"بہت خوب۔" مائیکل نے کہا۔ "پہلی شرط خاموشی کی ہے۔ دوسری شرط بھی یہی ہے۔ میرا مطلب ہے نہ تم مجھ سے کوئی سوال کرو گے نہ لوگوں سے کوئی بات۔ تمہیں منظور ہے؟"

گراہم نے اقرار میں سر ہلایا۔ گراہم یونیورسٹی میں خوردحیاتیات پر تحقیق کر رہا تھا اور مائیکل سے ملاقات تک اس کا کام ہی اس کی زندگی تھا چنانچہ پندرہ ہزار ڈالر یکمشت ملنے کا خیال اسے سوتے جاگتے کبھی نہیں آیا تھا۔ مائیکل کو خبطی اور اس کی بات کو دیوانگی سمجھنے کے باوجود اب وہ اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ حیرت اور پریشانی کے علاوہ اس پر کام کی پراسرار نوعیت کا خوف بھی مسلط تھا لیکن پندرہ ہزار ڈالر کا چیک سب پر بھاری تھا۔

گاڑی ایک محل نما مکان کے سامنے رک گئی۔ ایک حبشی گاڑی چلا کے لایا تھا۔ دوسرے حبشی نے دروازہ کھولا۔ تیسرا ایک عالی شان کمرے میں مشروب لے کر حاضر ہوا۔ باقی ادھر ادھر آتے جاتے دکھائی دیئے اور گراہم کو ایک سفید فام کا درجن بھر سیاہ غلاموں کے ساتھ تنہا رہنا بڑا عجیب لگا۔ وجود زن کے بغیر رئیسانہ زندگی کی یہ تصویر بھی کتنی بے رنگ تھی۔ یوں جیسے بلیک اینڈ وائٹ میں کوئی کاسٹیوم فلم حالانکہ مائیکل اگر چاہتا تو اپنے عشرت کدے میں حرم بھی آباد کر سکتا تھا۔

گراہم چونکہ چپ رہنے کا وعدہ کر چکا تھا اور خوردحیاتیات کی تحقیق پر لعنت بھیج کر پندرہ ہزار ڈالر کی مدد سے اپنی شادی خانہ آبادی کا پروگرام بنا چکا تھا اس لئے وہ کچھ نہ بولا۔ مائیکل اسے متعدد سجے سجائے کمروں سے گزار کر ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس میں کسی عورت کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس کی فضا میں عورت کے وجود کی لطیف مہک تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ابھی چند لمحے قبل وہ یہیں موجود تھی۔

"یہ میری بیوی کی خوابگاہ ہے... میرا مطلب ہے تھی.... میرا مطلب ہے میری بھی..." مائیکل نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔" گراہم نے کہا۔ "یہ بتایئے مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تمہیں اس کمرے میں اس کے آثار تلاش کرنے ہیں۔ آثار کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"ہاں جناب۔" گراہم نے مستعدی سے جواب دیا۔ "اس کی لاش کے ٹکڑے۔ دفن کی ہوئی ہڈیاں۔ خون کے داغ وغیرہ۔"

"تم احمق ہو۔" مائیکل نے کہا۔ "وہ عورت سو فیصد زندہ ہے اس خوابگاہ میں اس کا بیشتر وقت صرف ہوتا تھا، وہ یہاں سوتی تھی لباس بدلتی تھی، میک اپ کرتی تھی، زلفیں سنوارتی تھی۔ چنانچہ تمہیں ایسی بہت سی چیزیں مل سکتی ہیں جو اس کے وجود کا حصہ تھیں۔ ٹوٹے ہوئے یا اکھاڑے ہوئے بال۔ تراشے ہوئے ناخنوں کے حصے۔ پیروں کی مردہ کھال کے ٹکڑے۔ جسم سے خارج ہونے والی رطوبتوں کے اجزاء۔"

گراہم اب بالکل سمجھ گیا تھا۔ "یہ کام مجھے کتنے دن میں مکمل کرنا ہے؟" گراہم نے تھوڑا سا نروس ہوتے ہوئے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ تین دن۔ کھانا پینا رہنا سب یہیں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ گھنٹی دباؤ اور کہہ دو۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" گراہم نے کہا اور خوردبین، محدب عدسے اور عجیب وغریب قسم کے کیمرے نکال کر اپنے کام میں لگ گیا۔ کام کی نوعیت اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر اسے تو پانچ ہزار ڈالر یومیہ پر نہ بات سمجھنے کے لئے رکھا گیا تھا نہ بات کرنے کے
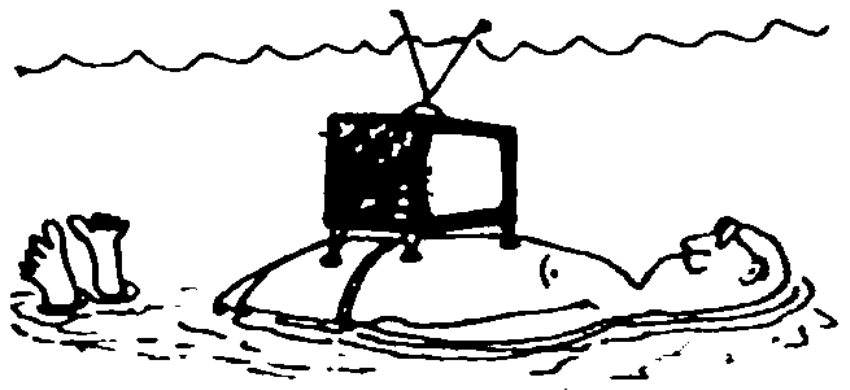
لئے چنانچہ وہ دن رات کی پرواہ کئے بغیر منہمک رہا۔ اس کے کھانے اور سونے کا کوئی وقت نہ تھا۔ بھوک اسے وقت بے وقت لگ جاتی تھی۔ نیند آتی ہی نہ تھی اور آتی تھی تو خواب ایسے اوٹ پٹانگ آتے تھے جو اس نے کبھی پہلے نہ دیکھے تھے۔ دو چار بار مائیکل نے بھی جھانک کر دیکھا مگر وہ فرش پر الٹا پڑا خوردبین سے کچھ دیکھتا ملا یا دلوارے محدب عدسہ اور محدب عدسے سے ناک ملائے نظر آیا یا کسی میز کے نیچے یا پلنگ کے اوپر جھکا دکھائی دیا اور مائیکل مطمئن ہو کر لوٹ آیا۔ کامیابی کے لئے پندرہ ہزار ڈالر کا یہ خرچ اسے جائز اور سودمند ہوتا لگا۔

تین دن تک محل کے دوسرے حصے میں درجن بھر حبشی خدام جیسے عالمی مقابلہ حسن دیکھتے رہے۔ سولہ سے بیس بائیس برس تک نظر آنے والی اور اعداد و شمار سے حسین ثابت ہونے والی شہر بھر کی لڑکیاں صبح سے شام تک جوق در جوق آتی رہیں اور مائیکل ایک کمرے میں انہیں باری باری طلب کر کے مسترد کرتا گیا۔ چھپ چھپ کر تماشہ دیکھنے والے خدام حسن کے جلووں کی اس فراوانی اور ارزانی پر انگشت بدنداں کھڑے چہ میگوئیاں کرتے رہے۔ حبشی باورچی کا خیال تھا کہ بالآخر مالک نے حرم آباد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ فیصلے میں کوئی پچاس برس کی تاخیر ہوئی۔ مگر خیر۔ دیر آید درست آید۔ جمیکا سے آنے والے شوفر کا حقیقت پسندانہ نظریہ یہ تھا کہ اس عمر میں آدمی کی عقل گھاس چرنے چلی جاتی ہے۔ خصوصاً اس کی عقل جس کی جوان بیوی اس کے بڑھاپے پر لعنت بھیج کر اور اس کی دولت پر تھوک کر کسی فقیر مگر جوان مرد کے ساتھ چلی گئی ہو۔

آنے والی لڑکیوں میں وہ بھی تھیں جو تیرہ برس کی تھیں اور خود کو تیئس کا بتاتی تھیں اور وہ بھی تیئس کی تھیں اور تیرہ کا بتلانے پر مصر تھیں۔ فرق کا الزام دونوں اپنی صحت کو دیتی تھیں۔ ان میں پیشہ ور بھی تھیں اور ضرورت مند بھی۔ گوری بھی تھیں سانولی بھی اور کالی بھی۔ لیکن نہ جانے کیا بات تھی جو مائیکل نے انہیں صورت دیکھتے ہی لوٹا دیا۔ کسی کو اس بڈھے پر باتوں کا یا اداؤں کا یا حسن اور بے حجابی کا

جادو چلانے کا موقع ہی نہ ملا جو کروڑپتی ہونے کے علاوہ خلل دماغ میں بھی مبتلا تھا۔ یہ نہ ہوتا تو مہینہ بھر کی ملازمت کے عوض دس ہزار ڈالر کی پیشکش نہ کرتا۔ ایک مہینہ تو خادمہ سے چھپ کر یا باپ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یا بیماری کے بہانے دفتر سے غیر حاضر رہ کر آسانی سے گزارا جا سکتا تھا چنانچہ آنے والی دن کے اجالے میں بھی آتی تھیں اور رات کے اندھیرے میں بھی۔ ان تین دنوں میں شاید مائیکل نے دس ہزار صورتوں کو دیکھا اور ایک نگاہ غلط انداز ڈال کر رخصت کر دیا کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن آخرکار ایک امیدوار نے اپنی کامیابی کا اعلان کیا تو بات اچانک واضح ہو گئی۔ یہ لڑکی مرینا سے سو فیصد مشابہہ تو تھی مگر اس میں اور مرینا میں وہی فرق تھا جو اصل میں اور کاربن کاپی میں ہوتا ہے۔ خدام نے بڑے افسوس کے ساتھ اسے مرینا کی کمی پورا کرنے کی غیر شعوری کوشش قرار دیا اور دعا مانگی کہ یہ لڑکی مالکن کا نعم البدل ثابت ہو اور مالک کے دل سے جدائی کے صدمے کا اثر زائل کر دے۔

اسی روز مائیکل نے ماہر خوردحیاتیات کو طلب کیا اور اس کی رپورٹ مانگی۔ گراہم نے بڑے اہتمام سے مائیکل کے سامنے متعدد شفاف پلاسٹک کے لفافے رکھ دیئے۔ ایک میں مرینا کے سر کے وہ بال تھے جو برش میں الجھ کر رہ گئے تھے یا ٹوٹ کر تکیے پر گر گئے تھے۔ ایک میں ناخون کے تراشے ہوئے ہلالی حصے تھے جن پر اس کی نیل پالش کا مخصوص رنگ ہنوز موجود تھا۔ یہ تراشے ڈریسنگ ٹیبل کے نیچے دیوار کے گوشے سے ملے تھے۔ تیسرے میں پلکوں وغیرہ کے بال تھے جنہیں مرینا فاضل سمجھ کر صاف کرتی رہتی تھی۔ باتھ روم میں ایک برش سے کھال کے ذرات ملے تھے۔ شیشے کی چند سلائڈوں پر خون کے منجمد قطرے تھے اور یہ بھی باتھ روم سے ملے تھے۔ رطوبتوں کے اجزا مختلف مقامات سے دستیاب ہوئے تھے۔ مائیکل کے خیال میں یہ اسباب ضرورت پوری کرنے کے لئے کافی سے زیادہ تھے۔ اس نے گراہم کو رخصت کر دیا۔

□□□

تجریدی مصوری نے وان بون کو فاقہ کشی پر مجبور کر دیا تھا۔ اسے زمانے کی ناقدری کا گلہ تھا۔ لوگوں کی نگاہوں سے شکایت تھی جو اس کی تخلیق میں حسن کا پہلو تلاش کرنے سے معذور تھیں۔ قدردانوں سے شکوہ تھا جو اس کی صلاحیت اور اس میں چھپے ہوئے مستقبل کے عظیم مصور کے جوہر کو دیکھتے ہوئے بھی اس کی سرپرستی کرنے سے کتراتے تھے اور نقادوں سے گلہ تھا جو سب کے سب عقل کے اندھے تھے اور اس کی مصوری کو کبھی نقشہ کشی قرار دیتے تھے کبھی خطوط کا تصادم اور کبھی رنگوں کی خانہ جنگی۔ نتیجہ یہ کہ وہ بدستور گمنام تھا۔ نمائش میں اس کی تصویروں کے سوا ساری خرافات بک جاتی تھی۔ آخر میں منتظمین اور ماہرین اور شوقین افراد

اس سے درخواست کرتے کہ وہ تجرید کے چکر سے نکل آئے تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ وہ منظر کشی کرے۔ پورٹریٹ بنائے سنسنی خیز قسم کے۔ یا "نیوڈز" کو موضوع بنائے۔ اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل جائے "میں مصور ہوں یا فوٹو گرافر" وہ دھاڑ کر کہتا اور لوگ افسوسناک چہرے بناتے ٹھڑے جیسے خالی سر ہلاتے اپنی اپنی راہ لیتے۔ لیکن وان لون کے لئے فیصلے کی ناگزیر گھڑی آرہی تھی۔ اسے یا تو فوٹو گرافر بننا ہوگا اور اپنی آنکھ کو کسی کی خلوت کا پوشیدہ کیمرہ بنانا ہوگا یا کوئی اور کاروبار کرنا ہوگا۔ کوئی بھی منفعت بخش کاروبار۔ مثلاً تجہیز و تکفین کا ٹھیکہ۔ یا اسمگلنگ ۔۔۔ یا بردہ فروشی۔ اسے یا تو ضمیر کو مارنا ہوگا یا خود کو۔ خودکشی یا تصویر کشی میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ دروازے کی گھنٹی سن کر وہ باہر نکلا تو اس تباہ حال گلی میں اپنے تباہ حال مکان کے سامنے ایک شاندار سیاہ کیڈی لک کی موجودگی نے اسے تھوڑا سا پریشان کیا۔ حیران ہونے کی اس میں عرصے سے ہمت نہ رہی تھی۔

"میں مائیکل شوبرٹ ہوں۔" آنے والے نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" وان لون نے کہا "آپ کے ذوق مصوری کے چرچے آپ کی دولت کے قصوں کے ساتھ چلتے ہیں۔"

"خوب۔" مائیکل نے کہا "ہر دولت مند پبلسٹی چاہتا ہے ورنہ مجھے مصوری کی ابجد کا بھی پتا نہیں۔"

"آپ کی اخلاقی جرأت قابل تعریف ہے۔ میں نے سنا ہے آپ کی آرٹ گیلری صرف بالغوں کے لئے ہے۔" وان لون بولا۔

مائیکل ہنسا "تم نے ٹھیک سنا ہے۔ چنانچہ میرا تمہارے پاس آنا بھی تمہارے لئے پریشانی کا باعث ہوگا کیونکہ تم جو کچھ بناتے ہو اس میں میرے اپنے خیال کے مطابق مصوری کے علاوہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر مجھے تم سے ایک کام ہے۔"

وان لون کے ماتھے پر بل پڑ گئے "میرے پاس تمہاری آرٹ گیلری کے لئے کوئی نظر نواز شاہکار نہیں۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ تم میں تصویر کشی کی صلاحیت ہے۔ تم یہ کام کر سکتے ہو۔"

وان لون نے ضبط سے کام لیتے ہوئے اپنے مہمان کو جھانپڑ مار کر رخصت نہیں کیا "میں اس صلاحیت پر لعنت بھیجتا ہوں اور آپ کے خیال پر بھی۔ ایسے لچر خیالات کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔"

مائیکل نے جیب سے پانچ ہزار ڈالر نقد نکالے "مگر میرے خیال کی قیمت پندرہ ہزار ڈالر ہے۔ پانچ ہزار ایڈوانس۔" وان لون کے نظریات و عقائد۔ اصول اور عزائم کی متزلزل عمارت پر یہ رقم ایٹم بم کی طرح گری اور اسے زمیں بوس کر دیا۔ وہ سحر زدہ سا کا منہ کے ان پوزوں کو دیکھتا رہا جو مصوری کے عظیم ترین شاہکار سے عظیم تر تھے۔

"کام بتائیے۔" وان لون نے پانچ ہزار ڈالر کے نیچے ضمیر کو دفن کرتے ہوئے کہا جو اس رقم کی تابکاری سے مر گیا تھا۔ مائیکل نے اپنی جیب سے ایک لفافہ برآمد کیا۔ اس میں کسی عورت کے درجن بھر پوز تھے۔ کچھ عریاں، کچھ نیم عریاں اور کچھ مختلف ملبوسات میں۔ عورت خوبصورت تھی۔ اس کا جسم بھی خوبصورت تھا۔ پوز بھی خوبصورت تھے۔

"تمہیں اس عورت کا نیوڈ بنانا ہے۔ پوز یہ ہوگا۔" مائیکل نے ایک تصویر الگ کرتے ہوئے کہا "باقی تصاویر فقط جزئیات کے مشاہدے اور مطالعے کے لئے ہیں۔"

وان لون نے پوز کو غور سے دیکھا۔ عورت جیسے انگڑائی لے کر اٹھی تھی اور ابھی ایک قدم نیچے رکھا تھا۔ صرف حجاب آلودہ نظریں وہ بات کہتی تھیں جس کا سارے بے حجاب جسم میں کہیں ذکر نہ تھا۔ اسے گرلوز کے "نیوڈز" یاد آئے۔ نہ جانے انہیں دیکھ کر عریانی کا احساس کیوں نہیں ہوتا تھا۔

"تمہاری مدد کے لئے میں نے ایک ماڈل کا انتظام کیا ہے۔" مائیکل نے چند سیکنڈ بعد کہا "اس کی صورت تصویر کی صورت سے بہت ملتی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ تصویر تمہیں اس پوز کے مطابق بنانی ہے۔ ماڈل کی نسبت اس تصویر کی صورت سے مشابہت اہم ہے۔"

"میں یہ کام ماڈل کے بغیر بھی کر سکتا تھا۔" وان لون نے کہا۔

"ماڈل میں زندگی ہوتی ہے جس سے تصور کو ملا ملتی ہے۔" مائیکل نے کہا "اس کے علاوہ ماڈل میری نمائندگی کرے گی۔ اس بات کا خیال رکھے گی کہ کام ایمانداری سے کیا گیا ہے۔"

"اس میں بے ایمانی کی گنجائش کہاں ہے۔ جو کچھ ہوگا آپ کے سامنے ہوگا۔" وان لون نے ناگواری سے کہا۔

مائیکل نے جیب سے چند شفاف لفافے نکالے "جب تم تصویر بناؤ گے تو اپنے رنگوں میں ان چیزوں کا اضافہ کر دو گے۔ یہ تصویر والی عورت کے بالوں کی راکھ ہے۔ اسے بالوں کے رنگ میں ملایا جائے گا۔" مائیکل نے پہلا لفافہ رکھ کے دوسرا اٹھالیا "اس میں کھال کے اترے ہوئے ذرات ہیں۔ انہیں جسم کے رنگ میں شامل کیا جائے گا۔ اسی طرح یہ ناخون کے تراشوں کا برادہ ہے۔ انگلیوں کے ناخون بناتے وقت اسے رنگ میں ڈالا جائے گا۔"

وان لون بھونچکا رہ گیا۔ "یہ تو کوئی نہایت پراسرار معاملہ ہے۔"

"ہاں۔ مگر تمہیں صرف کام سے اور کام کے معاوضے سے سروکار ہونا چاہیئے۔" مائیکل نے کہا "میں نے ان پر بھی پندرہ ہزار خرچ کئے ہیں۔"

"ماڈل کب تک پہنچ جائے گی۔ میں کام جلد از جلد ختم کرنا چاہتا ہوں۔" وان لون نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"وہ میرے ساتھ آئی ہے۔" مائیکل نے کہا۔ "تصویر مکمل ہونے تک وہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔"

جب کیڈی لک کے دروازے سے ایک رولز رائس قسم کی لڑکی طلوع ہوئی اور سرد ویران اندھیرے گھر میں داخل ہوئی تو اس کے حسن کا اجالا دیکھ کر وان لون کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور اس نے محسوس کیا کہ اعتراض کی تو قطعی گنجائش نہیں۔

وان لون نے کھڑکی سے اترنے والی چاندنی میں اپنے شاہکار کو دیکھا جو اس کے دائیں جانب اسٹینڈ پر لگا ہوا تھا۔ بائیں جانب اس کے پہلو میں تصویر کا زندہ روپ تھا اور وان لون کے لئے کسی نتیجے پر پہنچنا دشوار تھا۔ اسے بے جان تصویر کے رنگ روپ اور جسم کے نقوش میں بھی وہی حسن نظر آتا تھا جو ماڈل کے زندگی کی حرارت سے بھرپور بدن میں تھا۔ تصویر کے منجمد رنگوں کی قوسیں اور دائرے بھی اتنے ہی دل آویز اور نظر نواز تھے جتنے اس کی آغوش میں سمٹ کر سونے والی لڑکی کے زندہ اور متحرک بدن کے نشیب و فراز۔ شاید یہ اعجاز عشق تھا جس نے تصویر کو بھی جذبے کی زبان دے دی تھی۔ تجریدی مصوری سے ہٹ کر اس نے "نیوڈز" پر یہ پہلا تجربہ کیا تھا اور ایک جیتی جاگتی لڑکی کے حسن و شباب کی تمام رعنائی کو کینوس پر یوں اتار لیا تھا کہ اب اسے اپنی اس تخلیق سے بھی اتنا ہی عشق ہو گیا تھا جتنا اس سے جسے روبرو کر کے اس نے تصویر کے رنگ میں مائیکل کے دیئے ہوئے بالوں کی راکھ اور کھال کے ذرات اور ناخنوں کے تراشوں کی خاک جیسی واہیات چیزوں کے علاوہ اپنا خون جگر بھی شامل کر دیا تھا۔ یہ پندرہ ہزار ڈالر کا نہیں اینی کی چاہت کا کرشمہ تھا۔ اس نے کسی گمنام عورت کی تصویر نہیں بنائی تھی۔ اینی کے حسن کو اپنی مہارت سے زیادہ اپنی محبت سے جاوداں کر کے یہ حقیر تحفہ اس کے عشق کی نذر کر دیا تھا لیکن اب رنج کا احساس رفتہ رفتہ اسے بے بس کر رہا تھا۔ صرف چند دن میں اینی رہ جائے گی اور اس کی صورت کا یہ عکس جمیل ایک خبطی کروڑپتی کی ملکیت بن کر اس کی لچر تصویروں کے مجموعے میں شامل ہو جائے گا اور اس کے بہتر سالہ سفلی جذبات کی تسکین کا ذریعہ بن جائے گا جو اس نے چالیس ہزار ڈالر دے کر خریدا ہے۔ پندرہ ہزار مصور کے فن کے۔ دس ہزار ایک عورت کی بے حجابی کے اور پندرہ ہزار ان بے سروپا اشیاء کے جن کا تعلق مصوری سے زیادہ کسی شیطانی عمل سے لگتا تھا۔

وہ خبیث بڈھا باتوں ہی سے نہیں صورت سے بھی تو شیطان لگتا تھا۔ فن کی اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی بدذوق اپنی دولت کے بل پر اسے نفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے استعمال کرے اسے اچانک اپنی غربت سے زیادہ مائیکل کی کمینگی پر غصہ آیا۔ آخر ایسے لوگوں کے لئے ایمانداری یا اخلاق کے ضابطے کیا ہیں۔؟ کیوں نہ وہ اسے دوسری تصویر بنا کر دے دے؟ وہ کون سا تصویر کے حسن و قبح کو سمجھتا ہے۔؟ اسے تو بس مماثلت چاہئے اور رنگوں میں ان اوٹ پٹانگ چیزوں کا استعمال ۔۔۔ بے شک وہ ان چیزوں کو ایمانداری سے تصویر میں شامل کر چکا تھا لیکن دوسری تصویر میں کچھ نہیں ہو گا تو اسے خاک پتا چلے گا؟۔ اس خیال نے اسے یکلخت مغلوب کر لیا۔ اصل کی نقل تو فقط دو دن کا کام تھا۔

"اینی۔" اس نے چلا کر کہا۔ "میں یہ تصویر ہرگز نہیں بیچوں گا۔ اسے میں شادی کے تحفے کے طور پر تمہیں پیش کروں گا۔"

"کیا؟" اینی سوتے سوتے گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ "تصویر نہیں بیچو گے تو پندرہ ہزار ڈالر کہاں سے آئیں گے ۔۔۔۔ اور شادی کیسے ہو گی؟"

"میں نے یہ بھی طے کر لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔ میں اس خبیث کو اس تصویر کی ایک نقل بنا کر دے دوں گا۔" وان لون نے جوش مسرت سے کہا۔

"ڈارلنگ اسے معلوم تو نہیں ہو گا؟" اینی نے مصور کے گلے کا ہار ہوتے ہوئے کہا۔ اسے وان لون کے فیصلے سے خوشی ہوئی تھی۔

"اسے فن کے کسی شاہکار میں اور اس کی نقل میں تمیز کرنا آتا ہی نہیں اسے تو بس اسی ہی تصویر چاہئے۔ اسے میں یہ تصویر کیوں دوں جو تمہاری تصویر ہے اور جس کو میں نے نہیں تمہارے عشق نے زندگی عطا کی ہے۔ یہ تو ہمارے پیار کی وہ نشانی ہے جو ہمارے پریم کی طرح امر ہو گی اور رہتی دنیا تک رہے گی۔ ہم اسے اپنی ملاقات کی یادگار بنا کر اور اپنی محبت کے آغاز کا نقش اول سمجھ کر نگاہوں کے سامنے رکھیں گے۔"

وان لون نے اپنی ماڈل محبوبہ اور منگیتر کے سامنے دوزانو ہو کر کہا۔ اینی نے محسوس کیا کہ وہ وینس ہے اور مائیکل اینجلو خود اس کے سامنے سجدۂ نیاز میں ہے۔

OO

مائیکل ٹھیک دو دن بعد نمودار ہوا۔ وان لون نے اپنے شاہکار کو اپنی خوابگاہ میں مقفل کر دیا تھا اور نقل کو اپنے اسٹوڈیو میں سجا رکھا تھا۔ مائیکل نے تصویر کا بہ نظر غائر جائزہ لیا۔ "خوب۔" اس نے کہا۔ "بہت خوب۔ مماثلت واقعی قابل تعریف ہے۔ یہ بتاؤ تم نے میری فراہم کردہ تمام اشیاء رنگ میں ملادی تھیں۔ وہ بال اور کھال وغیرہ؟"

"جی ہاں جناب۔" وان لون نے بڑی مستعدی سے جھوٹ بولا۔ "نہ ملانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔"

مائیکل نے مطمئن ہو کر سر ہلایا اور بقیہ دس ہزار ڈالر وان بون کے سامنے پھینک کر تصویر اٹھالی۔ وان بون نے قہقہہ مار کر مائیکل کے رعشہ زدہ جسم پر ایک دھپ رسید کرنے کی خواہش پر بڑی مشکل سے قابو پایا لیکن اس کے جاتے ہی وہ پھٹ پڑا اور اس نے اینی کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں اٹھالیا۔ "شادی۔ شادی" وہ دیوانوں کی طرح چلاتا گیا اور رقص کے انداز میں گھوم گھوم کر اینی کو چومتا گیا۔ ہنستے ہنستے اینی کا برا حال ہو گیا اور وہ دونوں دھڑام سے فرش پر گرے "ہماری شادی آج ہی ہو گی۔ اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نہیں روک سکتی"۔ اس نے دس ہزار ڈالر کے نوٹ اینی کے جسم پر چادر کی طرح پھیلا دیئے "میں اپنا اسٹوڈیو قائم کروں گا اور آئندہ صرف "نیوگرز" بناؤں گا گرویز کی طرح۔ لیکن میرے موضوع میں عریانی ہو گی۔ وہ جو ومنیس کے جسم میں نظر نہیں آتی لیکن کسی کے بدن میں دکھائی دیتی ہے۔ اور یہ تصویریں مائیکل جیسے جنس زدہ بوڑھے گراں قیمتوں پر خریدیں گے۔ سوچو اینی.... اگر میں نے ہر مہینے دو تصویریں بھی بنالیں تو بیس ہزار ڈالر۔ اس دولت سے ہم کیا نہیں کر سکتے۔ ہم اپنا گھر خریدیں گے۔ ایک اور لمبی سی کار اور اپنے ڈرائینگ روم میں پکاسو اور وان گوگ اور ایمبراں کے شاہکار سجائیں گے اور...."

اس شام وہ چرچ سے لوٹے تو لباس عروسی میں اینی کا قیامت خیز حسن واقعی قیامت بن گیا تھا۔ اس رات سورج جلد غروب ہو گیا اور آسمان پر ستارے قبل از وقت طلوع ہو گئے، سرگوشیاں کرتی رات کارشمی اندھیرا اینی کی زلفوں کی طرح اچانک محیط ہو گیا اور وہ رات ان کی خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی پہرا دیتی رہی اور چاند دبے پاؤں طلوع ہوا۔ رات کا اشارہ پا کر فوراً غروب ہو گیا۔

✠✠

اس شام مائیکل نے اپنی بے وفا بیوی کی تصویر کو سامنے رکھا اور درمیان میں شمع روشن کی۔ انتقام کی آگ کے شعلے اس کے وجود کے اندر چیخ رہے تھے اپنی لمبی لمبی زبانوں سے اس کی روح تک کو جلا رہے تھے اور آگے پھیلتے جارہے تھے۔ کرب سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا مگر وہ اس عذاب سے نجات کا طریقہ جانتا تھا۔ اس کے ہر زخم کا مرہم مرینا کا لہو تھا۔ سرخ لہو جو اس کی شریانوں میں دوڑ رہا تھا لبوں کی لالی میں جھلک رہا تھا اور رنگ رخسار میں عیاں تھا۔ ابھی کچھ دیر میں یہ لہو بن مو سے پھوٹ کر بہنے لگے گا۔ اس کے ہونٹوں سے ابلنے لگے گا۔ دل صد چاک سے بہے گا اور جگر چھلنی ہو گا تو آنکھ سے لہو بن کر ٹپکے گا۔ وہ تڑپ تڑپ کر سسک سسک کر جرم بے وفائی کی سزا پائے گی اور رات کے ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ مرتی جائے گی۔ اسے صبح کا سورج دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ وہ جہاں بھی ہو گی جس کے ساتھ بھی ہو گی موت اسے طلوع سحر سے قبل آئے گی۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی تصویر کو نظر جما کر دیکھا اور مرینا کا تصور کیا۔ "مرینا۔ یہ رات تیرے لیے گناہ کی سزا ہے" وہ چلایا۔ "شیطان تجھے غارت کرے" امڈتے ہوئے آنسوؤں کے پردے کے پیچھے مرینا کی تصویر لمحہ بھر کو دھندلی پڑ گئی "تو نیست و نابود ہو جائے مرینا۔ تیری موت تیری سزا ہو" اس نے مرینا کی تصویر کو خون آشام نظروں سے گھورتے ہوئے کہا "تیرا انجام بے وفا عورتوں کے لئے باعث عبرت ہو"

✠✠

اس شام مرینا ایک جشن میں شریک تھی جو اس کے اسٹیج کی دنیا میں لوٹ آنے کی خوشی میں منعقد کیا گیا تھا۔ وہ نہایت بیش قیمت لباس میں شمع محفل بنی۔ ساغر بدست مداحوں اور پرستاروں کے درمیان اپنے جلووں کی ضیا پاشی کر رہی تھی۔ دل اس کے قدموں میں پروانہ وار نثار ہو رہے تھے اور آنکھیں اسکی ہر ادا پر جان دے رہی تھیں۔ مرینا بہت خوش تھی۔ مسکراہٹ اس کے عضو عضو سے پھوٹ رہی تھی۔ اس نے ایک مختصر سے ہنی مون کی تلخی برداشت کرکے ایک پچھتر سالہ بوڑھے کی آدھی دولت ہتھیالی تھی اور پھر اپنی اسی دنیا میں لوٹ آئی تھی جہاں رنگ تھے اور خوشبو تھی اور شباب کی امنگیں تھیں اور ان امنگوں کی تسکین کے سامان تھے۔ کانپتے ہوئے خشک لکڑی جیسے ہاتھوں کی جھریوں کے جال میں محسوس ہونے والی گھٹن نہ تھی۔ مضبوط ہاتھوں کے حصار میں ملنے والا تحفظ کا احساس تھا۔ فراخ سینوں میں دھڑکتے جوان دلوں کی تڑپ تھی، مدقوق سینے کے پنجرے میں قید طائر بسمل جیسے دم توڑتے دل کی پھڑپھڑاہٹ نہ تھی۔ زندگی کی حرارت سے معمور یہ ہنگامے اس ماحول سے کتنے مختلف تھے جن پر موت کے تاریک سائے بہ لحظہ گہرے ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ مگر اس نے اپنے حسن و شباب کے عشر عشیر کا عشر عشیر دے کر اتنی دولت پالی تھی جو وہ زندگی بھر اسٹیج ڈانسر کی حیثیت سے نہیں کما سکتی تھی اور یہ دولت اسکی اپنی تھی جس کے احساس نے ہی اسکے غرور حسن میں وہ اضافہ کر دیا تھا جو دنیا بھر کی میک اپ بنانے والی کمپنیاں اور حسن کی صورت گری کے ماہر نہیں کر سکتے تھے۔ وقت بدل گیا تھا۔ پہلے جو لوگ ایک ہاتھ سے اس پر دولت لٹاتے تھے تو دوسرے سے اسکے وجود کو مال غنیمت کی طرح سمیٹ لیتے تھے، وہ اب دست بستہ ایک نگاہ کرم کے محتاج، حسن کی خیرات مانگنے والوں میں کھڑے تھے۔ اور مرینا خوش تھی۔ بہت خوش کہ وہ اب جنس تجارت نہیں رہی۔ ہر لمحے کی مسرت کا انتخاب اب اس کے ہاتھ میں ہے۔

اچانک اسے ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دو آنکھیں اسے بے حجاب دیکھ رہی ہیں، بہت غور سے، بہت توجہ سے۔ اس نے اپنے اس مہمل خیال کو نشے کی پیداوار سمجھ کر جھٹک دیا، پھر اسے احساس ہوا جیسے کسی مرد کا لرزتا ہوا ہاتھ اسکی پنڈلیوں کو چھو رہا ہے پھر وہ ہاتھ اوپر کی طرف سفر کرنے لگا۔ بے اختیار اس کا ہاتھ اپنی پنڈلیوں پر گیا، لیکن وہاں تو کوئی ہاتھ نہ تھا۔ وہ لرز گئی، آخر اسے کیا ہو گیا تھا؟ اس نے گھبرا کر اپنا جام خالی کئے بغیر رکھ دیا۔

"کیا نشے نے مجھے اتنا مغلوب کر دیا ہے؟" اس نے سوچا۔ "نہیں میں اب ایک گھونٹ نہیں پیوں گی، ایک قطرہ بھی نہیں۔ میں نے آج شاید بہت زیادہ پی لی ہے، تب ہی مجھے اوٹ پٹانگ خیالات آ رہے ہیں۔" اس نے اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن بے حجابی کا اور کسی مرد کی قربت کا احساس ہر خیال پر غالب تھا، اسکی ٹانگیں کانپنے لگیں اور پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔ وہ بدن چراتی ہوئی اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی باہر کی طرف چلی، کچھ لوگوں نے اسے روکنا چاہا لیکن اس وقت وہ نہ کوئی بات سننے کے قابل تھی اور نہ سمجھنے کے۔ وہ گرتی پڑتی لفٹ تک پہنچی، جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اسکی حالت تباہ تھی۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا وہ پاگل ہو گئی ہے؟ کیا اس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ اس نے اپنا عکس سنگھار میز کے آئینے میں دیکھا، اسکے بدن پر لباس بھی موجود تھا اور اسکی پنڈلیوں پر کسی مرد کا ہاتھ بھی نہیں تھا، پھر بے حجابی کا یہ احساس کیوں تھا؟ اسکی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ نڈھال ہو کر اپنے بستر پر گر پڑی، وہ نہ جانے کتنی دیر تک اپنے بستر پر یونہی پڑی رہی، پھر رات کے کسی مہربان لمحے نے اسے سلا دیا۔

✠✠

ہوٹل کے اس کمرے سے میلوں دور ایک چھوٹے سے گھر کے حجلۂ عروسی میں ایک شمع جل رہی تھی۔ شمع کی مدہم اور پرسکون روشنی میں وان لون نے اپنی محبوبہ، اپنی ایک رات کی دلہن کو دیکھا جو نڈھال ہو کر سو گئی تھی پھر وان لون نے اپنی اس شاہکار تصویر کو دیکھا جو اس کے بستر کے قریب رکھی ہوئی تھی اور جس پر شمع کی روشنی پڑ رہی تھی۔ وان لون نے تصویر کی پنڈلیوں پر ایک بار پھر آہستگی سے ہاتھ پھیرا، یہ کیسی عجیب تصویر تھی جو تصویر ہونے کے باوجود زندہ اور جیتی جاگتی محسوس ہوتی تھی۔ وہ اپنی بنائی ہوئی اس تصویر کے مدور شانوں اور اسکی پنڈلیوں اور اس کے چہرے کو اپنی حساس انگلیوں سے چھوتا رہا، انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں چومتا رہا۔

ہوٹل کے ایک کمرے میں سوئی ہوئی مرینا کمسائی، خواہش کی شدت سے تپتا ہوا ایک مردانہ ہاتھ اس کے بدن کو چھو رہا تھا، اس کے چہرے کو چوم رہا تھا، یہ کیسا خوبصورت خواب تھا۔ مائیکل کے رعشہ زدہ جھریوں سے بھرے ہوئے وجود کی قربت سے قطعاً مختلف۔ وہ اپنے خواب میں مگن رہی۔

✠✠

یہ اُسی رات کی بات ہے، مرینا کی خوابگاہ اور وان لون کے حجلۂ عروسی سے میلوں دور چند حبشی ایک بوڑھے کی لاش کے گرد سرنگوں کھڑے تھے۔

"مالکن کی جدائی نے مسٹر مائیکل کی جان ہی لے لی۔" جمیکا کے رہنے والے شوفر نے کہا۔

"شام سے مالکن کی تصویر لئے بیٹھے تھے، میرے خیال میں تو ان کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔" دوسرے سیاہ فام نے سرد آہ بھر کر کہا۔

"لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ مالک نے اس تصویر پر خنجر آزمائی کیوں کی۔؟"

"شاید اس طرح وہ اپنی بے وفا بیوی کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتے تھے۔" شوفر نے جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے ان کا اپنا ہارٹ فیل ہو گیا۔" خانساماں نے سرد آہ بھری اور خاموش ہو گیا۔

□□□

وان لون کے نگار خانے میں اس کی بنائی ہوئی شاہکار تصویر اپنے چہرے اور بدن پر نقاب ڈالے موجود ہے۔ جب وان لون کا دنیا کے بکھیڑوں سے جی گھبرا جاتا ہے تو وہ اس تصویر پر پڑے ہوئے پردے کو الٹ دیتا ہے اور گھنٹوں اسے تکتا رہتا ہے اور انہی لمحوں میں مرینا کو بے لباسی کا وہ عجیب احساس ہوتا ہے جو اپنے شوہر سے علیحدگی کے فوراً بعد اسے ایک تقریب میں ہوا تھا۔ لیکن جب وان لون اپنے شاہکار پر پڑے ہوئے پردے کو برابر کر دیتا ہے تو مرینا کا یہ احساس دور ہو جاتا ہے لیکن اب وہ اپنے اس عجیب احساس کی عادی ہو چکی ہے۔

○○